تفسیر موضوعی کا ایک تجزیاتی مطالعہ

محمد امام الدین قادری

قرآن کریم وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین کے ذریعہ نبی آخرالزماں ﷺ کے قلب اطہر پر نازل فرمایا، جو ہمارے لیے دستور حیات اور دائمی شریعت ہے، جس کی شمع ہدایت سے پوری انسانیت تابندہ و تابناک ہوئی، جس کی صدا آج تک بازگشت کر رہی ہے، اور یاران نقطہ داں کو روز اول سے ہی افہام و تفہیم کی دعوت دیکر ہر ذی شعور کو توحید کا پیغام دے رہی ہے۔

یہ وہ عالمی دعوت ہے جس کا مقصد حیات انسانی میں بیداری پیدا کرنا، اور انسان کو نسلی اور وطنی عصبیت کے چنگل سے نجات دلانا، ظلم و بربریت کا قلع قمع کر کے عدل وانصاف کی فضا قائم کرنا، اور برے اخلاق کی بیخ کنی کر کے اچھے عادات و اخلاق کا پیکر بنانا ہے۔

قرآن مقدس تقریباً ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا جس میں عقائد و معاملات کے ساتھ احکام شخصیہ بھی ہیں مگر ان پر عمل پیرا ہونا بغیر تفہیم و تفہم کے ممکن نہیں اسلیے اللہ عز وجل نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن کا ابلاغ لازم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تبیین و تفسیر کو بھی لازم کیا۔

ارشاد فرماتا ہے "**وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم**" (سورت نحل، آیت: ۴۴) "ہم نے قرآن کو آپ کی طرف نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بتائیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اعظم ﷺ نے تفسیر کی خشت اول رکھی

حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے مشکل الفاظ کی تشریح اور آیتوں کے مقاصد بیان فرمائے، اور مجمل کی تفسیر، مطلق کی تقید کر کے امت مسلمہ پر آسانیاں فرمائی جیسا کہ کتب حدیث و تفسیر سے آشکارا ہے چنانچہ آپ نے اس آیت مبارکہ "**الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم**" (سورت انعام، آیت: ۸۲) کی تفسیر فرمائی جس کو امام احمد بن حنبل نے "مسند" میں، شیخین نے صحیحین میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگوں پر شاق گزرا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میں سے کون ہے جو گناہوں سے محفوظ رہ سکے؟ تو آپ ﷺ کے ارشاد فرمایا "**انہ لیس ذی تعنون، الم تسمعوا ما قال العبد للصالح "ان الشرک لظلم عظیم**" (سورت لقمان، آیت: ۱۳) ظلم کا وہ معنی نہیں جو تم سمجھ رہے ہو کیا تم نے حضرت صالح علیہ السلام کے قول کو نہیں سنا "شرک بہت بڑا ظلم ہے" یعنی آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے (۱)۔

اسی طرح حضور ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے قرآن کی تفسیر فرماتے رہتے تھے آپ کے بعد صحابہ اور تابعین نے بھی قرآن کے معانی و مطالب بیان فرماتے رہے اور یہ تفاسیر و اقوال حدیث کی طرح روایتاً منتقل ہوتے رہے، لیکن جب علم حدیث کی تدوین شروع ہوئی تو اس میں "تفسیر قرآن" کے باب کا بھی اہتمام کیا گیا اور اس کو حدیث کا جزء لاینفک قرار دیا گیا، جب علماء کرام حدیث کو جمع کرنے کے لئے مختلف شہروں کا سفر کرتے تو جو تفسیر نبی کریم ﷺ، اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب تھی جمع فرمایا کرتے۔

اس کے بعد عہد بنی امیہ کے اختتام اور عہد عباسی کے ابتداء میں علم تفسیر کو حدیث سے جدا کیا گیا اور باضابطہ ایک علم کی بنیاد رکھی گئی اور اس کو علماء کی ایک بڑی جماعت نے قرآن کی ہر آیت کی تفسیر کو مصحف کی ترتیب پر مدون کیا ان نابغہ روزگار ہستیوں میں "محمد ابن یزید **ابن ماجہ** ابو عبداللہ القزوینی م ۲۷۳ھ، **محمد ابن جریر** ابن خالد الطبری ابوجعفر م ۳۱۰ھ، ابو منصور محمد بن علی نیساپوری م ۳۱۸ھ کا نام سرفہرست ہے۔

اس کے بعد علم تفسیر شان و شوکت کے ساتھ مفسرین کی خاص توجہ سے پروان چڑھتا رہا یہاں تک وہ صورت اختیار کر گیا جو آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

تفسیر کے مناہج

قرآن ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کے عجائبات کی موجیں کسی زمانے میں کم نہیں ہوئے اس لئے مفسرین کرام نے اپنے ذوق اور اسلوب کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر فرمائی۔

چنانچہ تفسیر کے مکتبہ میں جب ہم غور کرتے ہیں تو اس میں تفسیر کے مختلف مناہج پاتے ہیں جن کو ہم دو خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱) تفسیر تحلیلی (۲) تفسیر موضوعی

اس تحریر میں تفسیر تحلیلی کا بیان اجمالی طور پر کیا جائے گا جبکہ تفسیر موضوعی کو شرح وبسط کے ساتھ سپرد قرطاس کیا جائے گا کیونکہ یہی ہمارے مقالہ کا محور ہے۔

(۱) تفسیر تحلیلی یہ ہے کہ مفسر قرآن کریم کی تفسیر سورت بسورت آیت بآیت ترتیب مصحف کا لحاظ کرے، نیز الفاظ کی تشریح اور جملوں کے معانی بیان کرے، آیتوں کی ترکیب اور ربط کے مقاصد کو واضح کرے، اسباب نزول کو ذکر کرے، اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار بیان کرے۔

ہر مفسر و مصنف کا اپنا مزاج ومجال ہوتا ہے اس کی رغبت کسی نہ کسی خاص فن سے ہوتی ہے جس کی جھلک اس کی تصانیف میں دکھائی دیتی ہے بلفظ دیگر مفسر کا میلان جس کی طرف ہوتا ہے اس کے اثرات اس کی تفسیر میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے اگر کوئی مفسر نحوی ہے تو اس کی تفسیر میں نحو کی جھلکیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس طرح سے تفسیر تحلیلی کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) تفسیر بالماثور (۲) تفسیر بالرائے (۳) تفسیر صوفی (۴) تفسیر فقہی (۵) تفسیر فلسفی (۶) تفسیر سائنسی

(۱) تفسیر بالماثور: قرآن کے بعض آیات کی تفسیر دوسری آیتوں سے کرنا، اور حضور ﷺ سے کسی آیت کی تفسیر روایت کی گئی ہو یا صحابہ کرام وتابعین عظام نے اپنے اجتہاد کے ذریعے کسی آیت کی وضاحت فرمائی ہو۔ اس کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں۔

تفسیر بالماثور میں لکھی جانے والی چند کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن الکریم ابن جریر طبری ۳۱۰ھ (۲) معالم التنزیل امام ابی محمد حسین بن مسعود بغوی ۵۱۶ھ

(۳) تفسیر القرآن العظیم اسماعیل ابن عمر ابن کثیر ۷۷۴ھ (۴) الدر المنثور فی تفسیر بالماثور جلال الدین سیوطی ۹۱۱ھ

(۲) تفسیر بالرائے: یہ کہ کلام عرب کے معرفت کے بعد قرآن کی تفسیر اجتہاد کے ذریعہ کرنا اور اس میں اشعار جاہلیت فصحاء و بلغاء عرب کے کلام سے استشہاد پیش کرنا، اس کے مصنف کو بھی اسباب اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس صنف کی چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں

(۱) أنوار التنزیل وحقائق التأویل امام أبی سعید عبداللہ ابن عمر بیضاوی ۶۹۱ھ (۲) مفاتیح الغیب فخر الدین رازی ۶۰۶ھ

(۳) مدارک التنزیل وحقائق التأویل عبداللہ ابن احمد نسفی ۷۰۱ھ

(۳) تفسیر صوفی: جب اسلام دنیا کے مختلف ملکوں میں پھیل گیا تو مسلمان مختلف ثقافت اور مختلف علوم سے مالامال ہوئے اسی درمیان تصوف بھی ترقی کے منازل کو طے کیا حتی کہ قرآن کی تفسیر میں بھی اثر انداز ہوا۔

تصوف کی دو قسمیں ہیں: (۱) تصوف نظری (۲) تصوف عملی

(۱) تصوف نظری: صوفیائے کرام کا ایک گروہ اپنے خاص نظریئے سے قرآن میں غور وفکر کرنے لگا اور اس کی کوشش یہ رہی کہ قرآن سے ایسی تعلیمات اور نظریات حاصل کرے جو اس کے موافق ہوں، چنانچہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ وہ قرآن کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو ظاہر کے برخلاف ہوتی ہے اور لغت اسکی شہادت نہیں دیتی ہے یہ تفسیر چند شروط وقیود کے ساتھ معتبر ہے۔

(۲) تصوف عملی: وہ تصوف جو زہد وتقوی، فنا فی اللہ والرسول پر قائم ہو یہ حضرات اپنی تفسیر کا نام اشاری رکھتے ہیں، اور قرآن کریم کی آیتوں کی تاویل ظاہر کے برخلاف کرتے ہیں جو اشارے خفیہ کے مطابق ہو وہ اشارات ارباب سلوک پر ظاہر ہوتے ہیں لیکن اس کے درمیان اور ظاہر کے درمیان توفیق ممکن بھی ہو۔

قرآن کی یہ تفسیر کوئی نئی نہیں بلکہ اس کا وجود حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے زمانے سے ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے "**لکل آیت ظهر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع**" (۲) "ہر آیت کا ظاہر وباطن ہے ہر حرف کے لیے ایک حد ہے اور ہر حد کے لیے ایک مطلع ہے"۔

تفسیر صوفی نظری وعملی کے قابل تسلیم ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

(۱)ظاہر نص کے منافی نہ ہو(۲)اس تفسیر کی کوئی شرعی تائید ہو(۳)عقل وشرع کے مخالف نہ ہو(۴)اس کے بارے میں یہ دعوی نہ کیا گیا ہو کہ یہی مراد ہے ظاہر نہیں بلکہ ضروری ہے کہ ظاہری معنی کا اعتراف بھی کیا جائے۔

تفسیر تصوف عملی کی چند کتابیں:

(۱)تفسیر القرآن العظیم :ابومحمد سہل بن عبداللہ تستری ۲۸۳ھ (۲)حقائق التفسیر :ابی عبدالرحمن محمد بن حسین سلمی ۴۱۲ھ

(۳)عرائس البیان فی حقائق القرآن :شیخ ابی محمد روزبہان بن ابی نصر بقلی صوفی شیرازی ۶۰۶ھ

ہم نے تصوف نظری پر کوئی خاص کتاب نہیں پائی جو قرآن کی آیت بہ آیت تفسیر کرتی ہو جیسا کہ تفسیر اشاری میں ہے، لیکن ہم اس کے متفرق نصوص ابن عربی کی کتاب **''الفتوحات المکیہ''** اور **''الفصوص''** میں پاتے ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہے۔

(۴) **تفسیر فقہی**: تفسیر بالماثور اور تفسیر فقہی کی نشأت و پیدائش ایک ساتھ ہوئی، اور دونوں بغیر کسی تمیز و امتیاز کے ایک ساتھ نقل ہوئیں۔ اور جیسے جیسے مسائل جنم لیے اجتہاد میں پیش رفت ہوئی اور اسی کے دوش بہ دوش تفسیر فقہی بھی پروان چڑھی، لیکن جب مذاہب و فرق کا وجود ہوا تو ہر ایک نے اپنی ہوائے نفس کے مطابق قرآن کی فقہی تفسیر کی مثلا ظاہریہ، خوارج اور شیعہ، مگر اہل سنت و جماعت جو چار مذاہب پر مشتمل ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے تعصب سے پاک و صاف ہو کر قرآن کریم کی فقہی تفسیر کی۔

اس کی کتاب: (۱)احکام قرآن :امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی (۲) اُحکام قرآن :امام ابی بکر احمد بن علی جصاص ۳۷۰ھ (۳)احکام قرآن :ابن عربی ۵۴۳ھ (۴)الجامع لأحکام القرآن :محمد بن احمد انصاری قرطبی ۶۷۱ھ

(۵) **تفسیر فلسفی**: عہد عباسی میں جب فلسفہ یونان سے اسلام میں آیا اور فلسفہ کی بہت ساری کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو اس کے قبول و رد میں علماء دو گروہ میں بٹ گئے۔ ۱): علماء کی ایک جماعت نے فلسفہ کو قبول نہیں کیا اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی اس کے پیشوا امام غزالی و فخر الدین رازی علیہ الرحمہ والرضوان ہیں۔ جنہوں نے اپنی تفسیر میں فلاسفہ کے ان نظریات کو ذکر کیا جو دین اسلام کے معارض و مخالف تھے، خاص کر جو قرآن کے متضاد تھے، اور ان کا رد بلیغ فرمایا۔ ۲): علماء کی دوسری جماعت نے اسے بہت پسند کیا اور اس نے دین و فلسفہ کے درمیان توافق کی کوشش کی اور تعارض کو دفع کرنے کی سعی پیہم کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

پہلی جماعت کی کتاب: مفاتیح الغیب فخر الدین رازی

دوسری جماعت کی کتاب کے سلسلہ میں ڈاکٹر ذھبی لکھتے ہیں کہ ہم نے ان فلاسفہ میں سے کسی کے بارے میں نہیں سنا جنہوں نے قرآن کی پوری تفسیر اپنے نظریات کے مطابق کی ہو۔

(۶)تفسیر سائنسی

: قرآن پاک انسان کو غور و فکر اور تدبر و تفکر کی دعوت دیتا ہے چنانچہ اس نے بہت ساری آیتوں کا اختتام انسانوں کو آفاق و انفس اور عالم کون و فساد میں غور و خوض کرنے پر ابھارتے ہوئے کیا ہے۔ بہت ساری آیات کریمہ اس بات شاہد ہیں **''قد فصلنا الآیات لقوم یعلموا''** و **''لقوم یتفقھون''** و **''یتفکرون''** وغیرہ۔

قرآن اسی لیے سائنس کا مخالف نہیں کیونکہ سائنسداں بھی دنیا کے حقائق کو کھولنے کے در پے ہیں مگر کیا قرآن کی تفسیر سائنسی اصول و قوانین کے مطابق کی جائے؟ کیا سائنسی حقائق کو تسلیم کرنے کے لیے قرآنی آیات کو پیش کیا جائے؟ ان جیسے سوالوں کے جواب میں علماء دو گروہ میں بٹے ہوئے ہیں بعض اثبات کی طرف گئے ہیں اور بعض اس کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ ہم معتدل راہ اختیار کریں، یعنی ہم قرآن کی آیتوں کو سب سے پہلے سمجھنے کی کوشش کریں پھر اگر سائنس کا نظریہ اس کے موافق ہے تو قبول کریں ورنہ نہیں۔ نہ یہ کہ سائنس کے نظریے کو پہلے تسلیم کرلیں پھر قرآن کی آیتوں سے استدلال کی تگ و دو کریں خواہ وہ تفسیر کے موافق ہو یا نہ ہو یہ بہت برا ہے کیونکہ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ بعض لوگ پہلے زمین کے سکون

پر دلیل قائم کرتے تھے اور جیسے ہی سائنس کا نظریہ بدلا تو اب زمین کی حرکت پر قرآن کی آیات پیش کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ) مگر قرآنی آیات بہت مستحکم ہیں ان میں کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا ہے۔

اس کی کتابیں: (۱) الاسلام والطب الحدیث عبدالعزیز اسماعیل (۲) سنن الاھی الکونیہ محمد احمد غمراوی

تنبیہ : بعض لوگوں نے تفسیر کی چار قسم کی ہے جس میں اجمالی اور مقارن کو بھی شامل کیا ہے حالانکہ یہ دونوں یا تو تفسیر تحلیلی ہیں یا تفسیر موضوعی کیونکہ تفسیر اجمالی میں قرآن کریم کے غریب ومشکل الفاظ کے معانی کو بتایا جاتا ہے۔ اور مقارن میں ہر آیت کے متعلق مفسرین کے اقوال کو جمع کر کے اس میں بحث وتمحیص کی جاتی ہے۔

تفسیر موضوعی

قرآن کریم کی تفسیر مختلف زبانوں میں متعدد طرز واسلوب سے ہوتی رہی ہے۔ مگر تفسیر موضوعی پرانی کتابوں میں بہت کم ملتی ہے اس کی خاص وجہ اور اسباب رہے ہیں جس کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ سب سے پہلے ہم یہ جانیں کہ تفسیر موضوعی دو معنوں پر کی جاتی ہے۔

(۱) ایک سورت کے متعلق تمام چیزیں بیان کرنا، اول سے اخیر تک کا آپس میں اور ان میں بعض کا بعض سے کیا ربط ہے؟ جیسا کہ علامہ تقی علیہ الرحمہ نے ''سورہ الم نشرح'' کی اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ''سورہ والضحیٰ'' کی تفسیر فرمائی۔

تفسیر موضوعی کی اس قسم کا چلن بہت حد تک رہا ہے۔

(۲) ایک موضوع سے متعلق قرآن کریم کی آیتوں کو جمع کرنا، اسباب نزول کا ذکر کرنا، مقید، مطلق اور اجمال وتفصیل کو بیان کرنا، مسائل کا استنباط کرنا اور ایک موضوع پر بحث کرنا جس کے ذریعے قاری کا ذہن آسانی سے منزل مقصود تک پہنچ سکے عام طور سے تفسیر موضوعی جب بولی جاتی ہے تو ذہن اسی جانب متبادر ہوتا ہے لیکن اس کا وجود ماضی میں بہت کم ملتا ہے۔

تفسیر موضوعی کی نشأة

ابتدا میں گذر چکا کہ رسول پاک ﷺ نے **''الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم''** (سورت انعام، آیت: ۸۲) کی تفسیر شرک سے فرمائی اور اس کی تفسیر اس آیت ''إن الشرك لظلم عظيم'' سے کی۔

ڈاکٹر عبدالحیٰ فرماوی کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنا وہ تفسیر بالمأثور بھی ہے اور تفسیر موضوعی بھی۔

اس طرح سے تفسیر موضوعی کی ابتدا بھی رسول اعظم ﷺ کے لسان اقدس سے ہوئی اور قرآن کی قدیم تفسیروں میں بھی اس کی کچھ بنیادیں دستیاب ہیں لیکن ان کی ثانوی حیثیت ہے کیونکہ مستقل اسلوب پر تحریر نہیں کی گئی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اسکی کچھ شکلیں بیشتر تفاسیر میں موجود ہیں مثلاً تفسیر رازی، تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن عربی۔

اس کے باوجود ہم نے بعض کتابوں کو تفسیر موضوعی کے اسلوب سے قریب تر پایا وہ ابوعبیدہ کی کتاب ''مجاز قرآن'' ابوجعفر نوحاس کی ''قرآن میں ناسخ ومنسوخ'' اور واحدی کی ''اسباب نزول'' اور امام طحاوی وجصاص کی ''احکام قرآن'' ہے۔

ان کتابوں میں جملہ آیات ومسائل ایک ہی موضوع سے متعلق مندرج ہیں۔ اور تفسیر موضوعی کا مقصد بھی یہی ہے اس مختصر تحریر سے یہ واضح ہوگیا کہ تفسیر کے اس نوع کا وجود قدیم زمانے سے ہی ہے اگرچہ مستقل اسلوب پر تحریر نہیں کی گئی پھر بھی یہ ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کی تفسیر کا یہ طرز کوئی نیا نہیں ہے۔

قدیم زمانے میں تفسیر موضوعی نہ لکھنے کے اسباب: دو سبب کی وجہ تفسیر کے اس طریقے سے علماء نے اعراض کیا۔

(۱) تفسیر موضوعی کا ایک خاص منہج ہے جس میں ایک موضوع سے متعلق تمام آیتوں کو جمع کر کے انہیں سلک تحریر میں پرویا جاتا ہے مگر قدما اس راستے کو اختیار نہیں کئے کیونکہ پرانے زمانے میں مروجہ تخصص کا طریقہ رائج نہیں تھا۔

(۲) اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ اس وقت علماء قرآن کے حافظ اور اسلامی ثقافت کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے

ساتھ ہی وہ موضوع سے متعلق جملہ آیات کا ربط جانتے تھے اور ہمہ وقت ان کے ذہن میں ان آیتوں کی تفسیر رہتی تھی اس لیے ان کو اس طرز تفسیر کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

حقیقت میں یہی وہ خاص سبب ہے جو اس منہج کے عدم ظہور کا سبب بنا مگر اب علم کی قلت ہوتی جا رہی ہے اور علماء کے اندر قرآن کے کسی خاص موضوع سے متعلق سوچنے اور پڑھنے لکھنے کا مزاج نہیں رہا، اس لیے اس طریقہ کا اہتمام کیا گیا۔

تفسیر موضوعی کے وجوہات اہتمام: قرآن نور ہدایت ہے جو شرائع اور احکام پر مشتمل ہے ان پر عمل پیرا ہونا بغیر قرآن فہمی کے ممکن نہیں، قرآن ہمارے مشکلات کو حل کرتا ہے مہد سے لحد تک کے جملہ اصول کو بتاتا ہے، سیاسی، سماجی، اور اخلاقی نظام سے بھی قرآن کا بڑا گہرا تعلق ہے۔ دور حاضر کے مسلم اور غیر مسلم اسکالرز اور طلبا میں ہر ایک کے لیے ممکن نہیں کہ تفسیر تحلیلی کے ذریعہ سے ان مقاصد تک بآسانی پہنچ سکیں چہ جائے کہ عوام، اس کے چند وجوہات ہیں۔

(۱) طالب علم کسی خاص موضوع کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ اس کے اطراف کو گھیرتا ہے اس کے مشکلات کو حل کرتا ہے اس کے تمام اجزاء کو اچھے اسلوب میں پروتا ہے تا کہ قارئین کے سامنے ایک مکمل بات رکھ سکیں اور منہج تحلیلی ان اہداف تک قاری کو نہیں پہنچا سکتا ہے۔

(۲) بیشتر طالب علم پہلے سے قرآن کی معرفت کا شغف نہیں رکھتے ہیں جس کی وجہ سے موضوع کے اجزاء کو جمع کرنا، ان کے درمیان ربط پیدا کرنا، اور ایک مکمل صورت میں قاری کے روبرو اپنی بات کو پیش کرنا مشکل ہوتا ہے۔

(۳) آج کے طلبا کا تعلق ثقافت اسلامیہ سے گہرا نہیں ہوتا جو ان کو بآسانی منزل مقصود تک لے جا سکے اس لیے ان میں سے اکثر یہ نہیں جانتے کہ قرآن کے موضوعات کا کیسے مطالعہ کیا جائے اور قاری کے سامنے کس طرح اپنی بات رکھی جائے؟

یہ بات کم علمی کی رہی لیکن آج کا دور تعصب اور ہٹ دھرمی سے بھرا ہوا ہے قرآن کے مطالعہ کرنے والے مسلم اور غیر مسلم اس کی آیتوں کی سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور علم وتحقیق کا دھونس جمانے کے لیے اور اسلامی ثقافت پر شدید ضرب کاری لگانے کے لیے بے جا اعتراض کرتے ہیں۔

اس لیے جب تک قرآن کے مکمل موضوعات کا عمیق مطالعہ نہ کیا جائے اور انکو قاری کے سامنے پیش نہ کیا جائے تو مغرب زدہ مسلمان اور مستشرقین عام لوگوں کے سامنے یونہی مشکلات کھڑی کرتے رہیں گے۔

تفسیر موضوعی پر بحث کا طریقہ: تفسیر کی یہ قسم اگرچہ بہت ہی قدیم ہے مگر اس شکل جدید میں اس کی رونمائی کچھ ہی پہلے ہوئی اور اس کے بحث کے طریقے کی تعیین ہوئی ہے جس کو ذیل کے سطور میں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) قرآن کے کسی موضوع کا اختیار کرنا جس کا مطالعہ مقصود ہے۔ (۲) اس موضوع کے تحت جو بھی آیتیں آسکتی ہیں اس کو جمع کرنا (۳) نزول کے اعتبار سے اس کو ترتیب دینا اور اسباب نزول کو بتانا (۴) آیتوں کے درمیان مناسبات کیا ہے ان کو ملحوظ رکھنا (۵) موضوع کو ایک جامع اور مکمل صورت میں پیش کرنا (۶) موضوع کے تکمیل کے لیے موقع کے مناسب حدیث اور اقوال ائمہ کو ذکر کرنا تا کہ آیتوں کی تفسیر واضح ہو سکے (۷) آیتوں کے درمیان تعارض کا دفاع کرنا، مطلق اور مقید کو بیان کرنا، اجمال وتفصیل، ناسخ ومنسوخ کو واضح کرنا اور ساتھ ہی ساتھ اس موضوع کے متعلق جو بھی اعتراضات ہوں ان کو ذکر کر کے ان کا مسکت جواب دینا۔

تفسیر موضوعی کی اہمیت: تفسیر موضوعی ایک خاص اسلوب کا نام ہے جو تفسیر تحلیلی سے بالکل الگ ہے۔ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنا یہ تفسیر موضوعی ہی کی قسم ہے جیسا کہ ہم نے اسکے نشاۃ میں ذکر کیا اس قسم کے متعلق حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ''اگر سائل ہم سے سوال کرے کہ تفسیر کا سب سے اچھا اور انوکھا طریقہ کون ہے؟ تو ہم جواب دینگے کہ سب سے صحیح اور نرالا طریقہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنا ہے کیونکہ قرآن ایک جگہ کسی چیز کو مجمل کرتا ہے تو دوسری جگہ اس کی تفسیر کرتا ہے۔'' علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اپنی کتاب 'معرفۃ شروط المفسر وآدابہ' میں اسی طرح فرمایا ہے۔
کسی موضوع کے حل کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہی ہے اس لیے کہ اس کی قدر ومنزلت اپنی جگہ مسلم ہے۔

تفسیر تحلیلی اور تفسیر موضوعی کے مابین فرق: (۱) تفسیر تحلیلی میں آیات وسور کی ترتیب توفیقی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے مگر تفسیر موضوعی میں اس ترتیب کا التزام نہیں بلکہ نزول قرآن کے اعتبار سے ترتیب دی جاتی ہے۔ (۲) تفسیر تحلیلی میں مفسر مختلف موضوعات پر بحث کرتا ہے آیات وسور جس کا تقاضہ کرے لیکن تفسیر موضوعی میں اپنے موضوع کے علاوہ دوسری بحثوں کو نہیں چھیڑتا (۳) تفسیر تحلیلی میں مفسر الفاظ قرآنی کی لغوی تشریح کرتا ہے اور اپنی رغبت کے مطابق ترکیب، تعلیل اور دوسری چیزیں بھی بیان کرتا ہے مگر تفسیر موضوعی میں ضرورت بھر کی باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیر موضوعی کی اہمیت اور اس کی ضرورت: (۱) ایک جگہ ایک موضوع کی تمام آیات کو جمع کرنے سے بعض بعض کی تفسیر ہو جاتی ہے اور یہ تفسیر بالماثور ہے جو خطا سے بہت دور ہے (۲) آیات کو جمع کرنے سے آیات کے درمیان ربط کا پتہ چلتا ہے (۳) ناظر کے سامنے ایک مکمل فکر آجاتی ہے اور جو بھی نصوص قرآنیہ اس موضوع کے متعلق ہیں اس کے سامنے ہوتی ہیں۔ (۴) قرآن کی آیت جمع کرنے سے داعی اور باحث پر تعارض کا دفاع کرنا سہل ہو جاتا ہے اور شبہات جس کو مستشرقین پیدا کرتے ہیں اس کا بآسانی رد کرنا ممکن ہوتا ہے۔ (۵) تفسیر کا یہ رنگ موجودہ زمانے سے ہم آہنگ ہے ہم اس کے ذریعہ لوگوں کے لیے احکام مستنبط کرتے ہیں اور بآسانی ان تک اپنی بات پہنچا سکتے ہیں۔ (۶) تفسیر کی یہ قسم باحث خطیب اور مصنف کو مقصود تک پہنچانے میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

تفسیر موضوعی اور اس کی خامیاں: (۱) یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس طریقے کے ذریعہ سے ہم قرآن کی مکمل تفسیر نہیں کر پاتے ہیں کیونکہ قرآن کے ایسے مقاصد اور اہداف ہیں جس تک انسان بآسانی نہیں پہنچ سکتا اور آئے دن قرآن کے عجائبات کھلتے جا رہے ہیں جن کا احاطہ ممکن نہیں ہے (۲) تفسیر موضوعی میں کسی خاص پہلو کا قصد ہوتا ہے قرآن کی بلاغت اور اس کی اعجاز کا علم اس تفسیر میں نہیں ہوتا ہے اور مزین آیات کے جمال اور تناسق کا ادراک ہوتا ہے۔ (۳) قرآن کریم ۲۳ سال کے عرصہ میں حوادث کے اعتبار سے کوئی نیا حکم لیکر، سوال کا جواب، الزام کو دفاع کرنے، حکم کو منسوخ کرنے اور تخفیف کرنے کے لیے نازل ہوا تو جو شخص مقارنہ، سابق ولاحق کی معرفت اور اسباب نزول کو جانے بغیر تفسیر کرے گا وہ خطرات سے دو چار ہوگا حدیث نبوی وآرا صحابہ کا ذکر نہ کرنے سے غلطی کر بیٹھے گا اور تفسیر موضوعی میں اکثر ان تمام چیزوں کا احاطہ نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے۔

مؤلفات تفسیر موضوعی: اس وقت تفسیر موضوعی کے مؤلفات سے مکتبہ اسلامیہ بھرا پڑا ہے قرآن یا اسلام سے متعلق جو بھی مضمون یا کتاب لکھی جاتی ہے اس میں سے اکثر تفسیر موضوعی سے متعلق ہوتی ہیں جیسے ''اسلام اور امن عالم'' از علامہ بدر القادری تفسیر موضوعی پر مولانا کوثر امام قادری کے بیس سے زائد شاہکار مضامین ہندوپاک کے مختلف ماہناموں کی زینت بن چکے ہیں جیسے قرآن اور سائنس، قرآن اور علم کیمیاء وغیرہ

گذشتہ سال رمضان کے مبارک مہینے میں روزنامہ راشٹریہ سہارا نے قرآن عظیم نمبر شائع کیا تھا جس میں کئی مضامین تفسیر موضوعی سے متعلق ہیں۔

حوالہ جات: (۱): مسند احمد، مسند عبداللہ ابن مسعود جزء اول ص ۳۷۸ حدیث نمبر ۳۵۸۹ مطبوعہ مؤسسۃ قرطبۃ مصر

صحیح بخاری کتاب بدء الوحی باب ظلم دون ظلم جلد ۱ ص ۲۱ حدیث ۳۲ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت

صحیح مسلم باب صدق الایمان وا خلاصہ ج ۱ ص ۱۱۴ حدیث ۱۲۴ مطبوعہ دار ابن کثیر بیروت

(۲): الزہد لابن مبارک مرفوعا عن حسن باب فی لزوم السنۃ ج ۱ ص ۳۲ حدیث ۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت

المعجم الکبیر خطبہ بن مسعود ومن کلامہ موقوف علی عبداللہ ج ۱ ص ۱۳۶ حدیث ۸۶۶۷ مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم الموصل

اس کے علاوہ یہ حدیث مجمع الزوائد، مصنف عبدالرزاق، مسند ابی یعلی میں موجود ہے موقوف، مرسل اور متصل تین طرح سے یہ حدیث روایت ہے۔ اس مضمون کو تیار کرنے میں مندرجہ ذیل کتابوں سے بھرپور مدد لی گئی ہے۔

(۱) التفسیر والمفسرون ڈاکٹر محمد حسین ذہبی (۲) تفسیر المراغی شیخ المراغی (۳) التفسیر الواضح ڈاکٹر محمد محمود حجازی (۴) التفسیر الموضوعی ڈاکٹر احمد